اسرائیل پالیسی پر بھی یوٹرن

تحریر: ڈاکٹر اسرار احمد (بانی تنظیم اسلامی)

صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے دورہ مشرق وسطیٰ میں ایک عربی ٹی وی سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''مشرف وسطیٰ کے حالات شدید خطرناک صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں جو نہ صرف ہمارے لیے بلکہ پوری دنیا کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔ مسئلہ فلسطین کے حل کے لیے دنیا تیار ہو جائے، اس تنازع کو طے کرنے میں اسرائیل پچاس فیصد کردار ادا کر سکتا ہے۔ اسرائیل ایک ملک ہے اور ہمیں اس کے وجود کو تسلیم کرنا پڑے گا'' حالات کی جس خطرناکی پر صدر مشرف مضطرب ہو رہے ہیں وہ تو یہود کا مستقبل کا ایجنڈا ہے اور وہ ایجنڈا کیا ہے؟ پہلے ہمیں اُسے سمجھ لینا چاہئے۔ دنیا میں اب تک دو عالمگیر جنگیں ہو چکی ہیں اور ان جنگوں میں یورپی اقوام مدمقابل تھیں مگر اب جس عالمگیر جنگ (World war) کے لیے تیاریاں جاری ہیں اس کا مرکز مشرق وسطیٰ ہوگا۔ بائبل میں اس جنگ کو آرمیگاڈان (ARMAGADDON) کہا گیا ہے۔ اور اس جنگ کی حدیث نبوی میں خبر ہے اور اسے ''الملحمۃ العظمیٰ'' اور ''الملحمۃ الکبریٰ'' کہا گیا ہے احادیث میں اسے تاریخ انسانی کی سب سے بڑی اور ہولناک جنگ قرار دیا گیا ہے۔ جو کئی سالوں پر محیط ہوگی اور خون ریزی کے اعتبار سے دنیا کی تاریخ کی کوئی جنگ اس کے مساوی نہیں ہوگی اور یہود اور عیسائیوں کے مذہبی فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیروکار چاہتے ہیں کہ انسانی تاریخ کی یہ ہولناک اور خوفناک جنگ جلد از جلد ہو جائے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ جس کا پہلے امام برطانیہ تھا اب امریکہ ہے اور صدر بُش بھی پروٹسٹنٹ فرقہ کا پیروکار ہے۔ اور یہ ایک نسل ہے جس کو ''واسپ'' یعنی (White anglo saxon protestants) کہا جاتا ہے یہ سب یہود کے پشت پناہ اور مددگار ہیں بلکہ موجودہ حالات میں یہ مذہبی یہودیوں سے بھی زیادہ اسرائیل کے حمایتی ہیں۔ یہود کا خیال ہے آرمیگاڈان کے نتیجے میں ان کے عظیم تر اسرائیل (Greater Israel) کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ ذرا سوچئے کہ امریکہ اور اس کے حلیفوں کے ذریعے سے جو افتاد مسلمانوں پر آئی ہوئی ہے وہ کس لیے ہے۔ مشرق وسطیٰ کے ایک ملک عراق پر حملہ کیوں کیا گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تیل کے وسائل پر قبضہ پانے کے لیے کیا گیا ہے۔ تیل کے وسائل پر قبضہ جزوی مسئلہ ہے اصل مسئلہ درحقیقت گریٹر اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کرنا ہے۔ 1991ء کی خلیجی جنگ کے اتحادی کمانڈر انچیف نے بعد میں صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ''We fought for the protection of israeal'' یعنی ہم نے یہ جنگ اسرائیل کے دفاع کے لیے لڑی تھی۔ اسرائیل کی مخالفت نے ہی صدام کو پھانسی کے پھندے تک پہنچایا ہے بغداد پر امریکی قبضہ کے بعد اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم ایریل شیرون نے بھی صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ''عنقریب عراق پر ہمارا تسلط ہوگا'' صدر بُش اس لیے عراق سے اپنی فوجیں واپس بلانے پر آمادہ نہیں ہو رہے اور مزید افواج وہاں بھیجنے پر مصر ہیں اور کونڈ لیزا رائس نے بھی چند ماہ پہلے مشرق وسطیٰ کی تشکیل جدید کی بات کی تھی وہ تشکیل جدید عظیم تر اسرائیل کی راہ ہموار کرنا ہی تو ہے اور اس کے لیے اسکے پے در پے

دورے ہورہے ہیں۔ یہ یہودی ہیں جو بُش اور اس کے ساتھیوں کو مسلمانوں کے خلاف ''Last crusade'' کے لیے چابی دے رہے ہیں اور بُش نے اس کا آغاز کیا ہوا ہے۔ یہودی آرمیگاڈان کے بعد عظیم تر اسرائیل کے قیام کے بعد مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ کو شہید کرکے اپنا تیسرا معبد سلیمانی (Third Temple) تعمیر کرنا چاہتے ہیں اور تختِ داؤد کو یہاں لاکر رکھیں گے اور اس پر مسیحا آکر بیٹھے گا جس کا وہ انتظار کررہے ہیں۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے امام ملک امریکہ کی بھی یہی خواہش ہے کہ یہودی اپنے منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں اور معبد سلیمانی میں تختِ داؤد رکھا جائے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی دوبارہ نزول ہو۔ بس فرق یہ ہے کہ یہود اپنے مسیحا کے منتظر ہیں اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کے منتظر ہیں۔ یہود اور مسلمانوں کے بعد فلسطین کا خطہ عیسائیوں کے لیے بھی بہت اہم ہے کیونکہ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور عیسائی روایات کے مطابق یہیں سولی چڑھے۔ یہیں وہ کوہ زیتون ہے جس پر آپ نے اپنا تاریخی پہاڑی وعظ (Sermon of the mount) ارشاد فرمایا تھا اور مسلمانوں کا تیسرا حرم بھی یہیں ہے، پہلا حرم مکی، دوسرا حرم مدنی اور تیسرا ''الحرم الشریف'' مسجد اقصیٰ ہے۔ یہیں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمان کی جانب معراج شروع ہوا تھا۔ بہر حال جو صورتِ حال نظر آرہی ہے وہ یہ ہے کہ گیریٹر اسرائیل کا قیام فلسطین سے مسلمانوں کے وجود کو ختم کئے بغیر ممکن نہیں اور تھرڈ ٹیمپل بھی مسجد اقصیٰ کی شہادت کے بغیر بننا ناممکن ہے اور یہود اپنے منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کسی بھی انتہا پر جانے کے لیے تیار ہیں اور واحد عالمی سپر طاقت ان کے پنجہ تسلط میں ہے۔ فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے۔ لہٰذا مستقبل میں ہونے والی خونریزی اندھے کو بھی نظر آرہی ہے اور جنرل پرویز مشرف اس کے خاتمے کے لیے اسرائیل کو تسلیم کرنا حل سمجھتے ہیں جو سراسر غلط اور حقائق کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ فلسطین کی سرزمین اللہ نے ہمیں دی ہے اور اس پر ہمارا پیدائشی حق ہے۔ آج بدقسمتی سے لبرل مسلمان اور بعض ''وسیع النظر'' علماء بھی ان کے اس دعوے کو تسلیم کررہے ہیں۔ اس کے لیے قرآن کے ان الفاظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ ''اُدْخُلُو الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ الَّتِیْ کَتَبَ اللّٰهُ لَکُمْ'' داخل ہوجاؤ اس ارضِ مقدس میں جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔ لیکن یہ لکھ دیا جانا ان معنوں میں تھا کہ اگر جہاد کرکے فتح کرلوگے تو یہ ارضِ مقدس تمہاری ہوگی۔ جبکہ یہود نے جہاد و قتال سے اعراض کیا تو اللہ کا وہ وعدہ ختم ہوگیا جو ان سے کیا گیا تھا۔ پھر کہا گیا ''**فانها محرمة عليهم اربعين ســـنة**'' پس اب یہ چالیس برس تک اُن پر حرام کردیا گیا۔ اس کے بعد بہت تھوڑے عرصے کے لیے یہود کا وہاں قبضہ رہا قریباً دوہزار سال قبل 70 عیسوی میں انہیں فلسطین سے بے دخل کردیا گیا اور وہاں ان کا داخلہ ممنوع تھا اور یروشلم (جس کو اُس دور میں ایلیاء کہا جاتا تھا) تباہ و برباد کردیا گیا بہرحال فلسطین پر یہودیوں کا کوئی حق نہیں اور اسرائیل یہودیوں کی ناجائز ریاست ہے۔ اگر آج وہ کہہ رہے ہیں کہ ''فلسطین ہمارا ہے'' تو ان سے پوچھا جائے کہ تم تو یہاں سے دوہزار سال پہلے نکال دیئے گئے تھے۔ مسلمان تو ابھی دوسو سال پہلے ہندوستان پر قابض تھے چنانچہ پورے ہندوستان پر مسلمانوں کا حق فائق ہے۔ تو پھر اسی اصول کے تحت سپین بھی عربوں کو واپس ملنا چاہئے کیونکہ وہاں کئی صدیوں تک مسلمانوں نے حکومت کی ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔

ہے خاک فلسطین پہ یہودی کا اگر حق　　　ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

ایک بات مزید نوٹ کرنے کی ہے کہ یہودیوں اور عیسائی اسلام اور مسلمانوں کو اپنا مشترک دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ان کا سب سے بڑا ہدف پاکستان ہے۔ 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد یہودیوں نے اپنی فتح کا جشن پیرس میں منایا تھا جس میں ان کے لیڈر بن گوریان نے

اپنے خطاب میں کہا تھا کہ ہمیں کسی عرب ملک سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے، اگر ہمیں خطرہ ہے تو وہ صرف اور صرف پاکستان سے ہے۔ حالانکہ 1967ء میں ابھی پاکستان ایٹمی طاقت بھی نہیں تھا اور دنیا کے نقشے پر کسی اہمیت کا حامل ملک بھی نہیں تھا۔ لہٰذا ان حالات میں اسرائیل کو تسلیم کرنا قومی اور ملی مفاد کے منافی ہے اور اسرائیل کو تسلیم کرنا یہود کے ناپاک منصوبے عظیم تر اسرائیل کی حمایت اور مدد کرنا ہے۔ قائد ملت اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو دورہ امریکہ کے دوران یہودیوں نے ایک بڑے استقبالیہ میں کہا کہ آپ اسرائیل کو تسلیم کر لیں تو ہم آپ کو بے شمار مراعات دیں گے تو انہوں نے انتہائی جرأت اور مردانگی سے جواباً کہا کہ ''Gentelman! our souls are not for sale''یعنی ''حضرات! ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں ہیں۔'' لہٰذا روحوں کی سوداگری سے بچتے ہوئے پاکستان کی اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کی پالیسی کو برقرار رکھا جائے اور افغان پالیسی کی طرح اس پر یوٹرن لینے سے احتراز کیا جائے۔ (شائع شدہ: جنگ)